مارک اپ کی شرعی حیثیت

محمد اعجاز☆

مارک اپ انگریزی زبان کا لفظ ہے اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

The amount or percentage of the final selling price of an article that represents the difference between the cost to the seller and final selling price.

کسی شے کی فروخت کی آخری رقم یا اس کی فیصدی شرح جو بائع کو پڑنے والی قیمت اور آخری فروخت کی قیمت میں فرق کو ظاہر کرے۔

اس کی دوسری تعریف اس طرح کی جاتی ہے:

The amount or percentage of cost to the seller that is added to form the final selling price. (1)

بائع کو پڑنے والی قیمت کی رقم یا اس کی فیصدی شرح جسے فروختگی کی قیمت میں شامل کر کے بائع وصول کرتا ہے۔

عربی میں مارک اپ کا ترجمہ "رفع للسعر"، قیمت میں اضافہ کرنا کیا گیا ہے۔ اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی " مبلغ یضاف إلی الثمن الأصلی"، (۲)

ایسی رقم جس کا اضافہ کسی شے کی اصلی قیمت میں کیا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا تعریفات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مارک اپ کا بنیادی نقطہ کسی چیز کی اصلی قیمت میں اضافہ کرنا یا کسی چیز کو جب قیمت خرید سے زائد قیمت

☆ لیکچرار شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

پر فروخت کیا جاتا ہے قیمت میں کیا گیا اضافہ مارک اپ کہلائے گا۔ قانون اسلامی میں ہمیں مارک اپ کی عملی شکل ملتی ہے جیسے کہ بیع مرابحہ۔

علامہ کاسانی بیع مرابحہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"هو البيع بمثل الثمن الأول مع زيادة ربح،، (۳)

کسی چیز کو اس کی پہلی قیمت میں منافع کی زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا۔

دور حاضر میں مارک اپ کی صورتیں

مارک اپ جدید مالیاتی نظام کا اہم عنصر ہے موجودہ نظام میں افراد اور ادارے مالی معاملات میں مارک اپ کا بکثرت استعمال کرتے ہیں خصوصاً جب سے پاکستان میں سود کے خلاف مزاحمت مضبوط ہوئی ہے مارک اپ کا نام زیادہ سننے میں آ رہا ہے۔ اسے سود کے متبادل شرعی طور پر جائز حل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ مارک اپ مختلف صورتوں میں ہمارے مالی لین دین میں مستعمل ہے۔

۱۔ مالیاتی ادارہ یا بنک کوئی شے کسی شخص کو خرید کر دیتا ہے۔ شے فراہم کرنے والے ادارے کو مالیاتی ادارہ یا بنک نقد قیمت ادا کرتا ہے اور خریدار سے اس شے کی قیمت پر اضافہ کر کے ایک مقررہ مدت میں وصول کرتا ہے اگر خریدار اسی شے کو نقد خریدے تو کم قیمت پر مل سکتی ہے مگر وہ چونکہ ادھار پر لے رہا ہے لہٰذا اصل قیمت سے زائد بنک وغیرہ کو ادا کرتا ہے۔

۲۔ مالیاتی ادارہ کوئی شے کسی شخص کو ادھار فروخت کرتا ہے اور کم قیمت پر دوبارہ وہی شے اس شخص سے نقد خرید لیتا ہے۔ وہ شخص کم رقم نقد وصول کر کے کچھ مدت بعد زیادہ کی ادائیگی کرتا ہے۔ مالیاتی ادارہ ادھار فروخت کرتے ہوئے اصل قیمت سے زائد قیمت لگاتا ہے۔

۳۔ مختلف کاروباری ادارے قسطوں پر اشیاء فروخت کرنے کا کام کرتے ہیں۔ یہ ادارے فروخت کی جانے والی چیز کی قیمت رقم کی ادائیگی کی مدت کے اعتبار سے مقرر کرتے ہیں اور اصل قیمت کے ساتھ ساتھ زائد رقم کی اقساط بناتے ہیں۔

چیز خریدار کے حوالے کر دی جاتی ہے۔ وہ اس کی قیمت قسطوں میں ادا کرتا ہے۔

اب ہم ان تینوں صورتوں پر تفصیلی بحث کریں گے اور شریعت اسلامیہ میں ان کی نظائر بیان کریں گے تا کہ ان کی روشنی میں ان کے جواز یا عدم جواز کے نتیجہ تک پہنچ سکیں۔

پہلی صورت

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ بنک یا مالیاتی ادارہ کوئی چیز نقد خرید کر کسی شخص کو وہی چیز زیادہ قیمت پر ادھار فروخت کرتا ہے اس کی مثال زرعی ترقیاتی بنک آف پاکستان کا کسانوں کے ساتھ معاملہ کرنا ہے۔ اگر کسی کسان کو ٹریکٹر خریدنا ہو اور اس کے پاس رقم نہیں ہے تو بنک سے رجوع کرتا ہے۔ پہلے پہل بنک کسانوں کو ٹریکٹر کی خرید کے لئے سود پر قرض فراہم کرتا تھا۔ اب صورت یہ ہے کہ بنک ٹریکٹر کمپنی سے خرید کر کسان کو زائد قیمت پر ادھار فروخت کرتا ہے۔ مثلاً ٹریکٹر کی نقد قیمت دو لاکھ روپے ہے۔ بنک کسان سے اس شرط پر کہ وہ ایک سال تک قیمت ادا کرے گا ڈھائی لاکھ روپے وصول کرے گا۔ اسی طرح بنک کھاد اور دوائیں وغیرہ کسانوں کو فراہم کرتا ہے۔ ان سے قیمت ادھار ہونیکی وجہ سے زیادہ وصول کرتا ہے۔

اس صورت پر غور کیا جائے تو اس میں دو امور خصوصیت کے حامل ہیں ایک یہ کہ بنک اصل قیمت میں اضافہ کرتا ہے دوسرا یہ ہے کہ اس میں مبیع کی تسلیم تو ہے مگر قیمت ادھار ہے جو مقررہ مدت میں ادا کرنی ہے۔ اب ان دونوں امور کا جائزہ لیتے ہیں کہ شریعت کی رو سے ان کا کیا مقام بنتا ہے۔

۱۔ جہاں تک بنک کے اصل قیمت پر اضافہ کر کے فروخت کرنے کا تعلق ہے فقہ اسلامی میں اس کی نظیر بیع مرابحہ کی شکل میں ملتی ہے۔ جس کی تعریف ہم پہلے کر چکے ہیں کہ "هو البيع بمثل الثمن الأوّل مع زيادة ربح"، اس کی صورت کتب فقہ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ بیچنے والا کہے: اشتريتها بعشرة وتربحني دينارا أو دينارين یعنی میں نے اسے دس دینار میں خریدا ہے تو مجھے ایک یا دو

دینار نفع دے۔

فقہاء نے اسے بیوع الامانۃ میں شمار کیا ہے اور اسے پہلی قیمت اور منافع کے معلوم ہونیکی شرط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔ (۴)

پس معلوم ہوا کہ بنک کا کسی چیز کو کم قیمت پر خرید کر اس پر کچھ رقم کا اضافہ کر کے فروخت کرنا جائز ہے کیونکہ بیع مرابحہ کی ایک نوعیت ہے۔

جہاں تک دوسرے نکتے کا تعلق ہے کہ بائع مبیع کو خریدار کے سپرد کر دیتا ہے جبکہ قیمت ادھار ہے۔ اس کو فقہی اصطلاح میں بیع مؤجل کہتے ہیں۔ بیع مؤجل میں ادھار واپس کرنے کی اجل یا مدّت اور قیمت معلوم ہو تو فقہاء اجمالی طور اس کے جواز پر متفق ہیں(۵) کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

یأیھا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین إلى اجل مسمى فاکتبوہ (۶) اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبیؒ بیان کرتے ہیں: حقیقة الدین عبارة عن کل معاملة کان أحد العوضین فیھا نقدا والآخر فی الذمة نسیئة فإن العین عند العرب ما کان حاضرا والدین ما کان غائبا (۷)

یعنی اس آیت میں "دین،، کا مصداق ہر وہ معاملہ ہے جس میں ایک عوض نقد اور دوسرا کسی کے ذمہ ادھار ہو۔ عربوں کے نزدیک عین وہ جو حاضر ہے اور دین وہ جو غائب ہو۔

بیع مؤجل میں بیع نقد اور ثمن ادھار ہے لہٰذا اس آیت کی رو سے جائز ہے۔ مزید براں یہ بیع سلم کی طرح ہی ہے۔ بیع مؤجل میں مبیع نقد اور ثمن ادھار ہوتا ہے جب کہ بیع سلم ایسی بیع ہے جس میں مبیع ادھار اور ثمن نقد ہوتا ہے۔ بیع سلم کے جواز پر اجماع واقع ہوا ہے اس کی دلیل رسول اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے: من اسلف فی تمر فلیسلف فی کیل معلوم و وزن معلوم إلى أجل معلوم (۸)۔

امام نووی اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں: فیه جواز السلم(۹)

اس حدیث میں بیع سلم کا جواز ملتا ہے۔

ابن عباسؓ متذکرہ بالا آیت قرآنی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت خصوصاً بیع سلم کے معاملہ میں نازل ہوئی یعنی اس آیت کے نزول کا سبب اہل مدینہ کا سلم پر معاملہ کرنا تھا پھر بعد میں اس پر علماء متفق ہو گئے کہ یہ آیت تمام مداینات (ادھار لین دین) کو شامل ہے۔ (۱۰)

بیع سلم کے جواز سے بیع مؤجل کا جواز معلوم ہوتا ہے لیکن امام احمدؒ کسی شخص کے اس بات کو مخصوص کر لینے کو کہ وہ صرف ادھار پر فروخت کرے گا۔ نقد پر نہیں کرے گا مکروہ خیال کرتے ہیں۔ ابن عقیلؒ بیع مؤجل کو اس بناء پر مکروہ قرار دیتے ہیں کہ اس میں ربا کا شبہ ہوتا ہے کہ غالباً بائع مدت یا اجل کی وجہ سے زیادہ کا ارادہ کرے گا۔ (۱۱)

مارک اپ کی متذکرہ صورت میں ادھار کے ساتھ ساتھ قیمت میں اضافہ بھی کیا جاتا ہے اس حوالے سے امام شوکانیؒ نے امام زین العابدین علیؒ بن حسینؓ کی رائے نقل کی ہے: أنه كان يرى حرمة بيع الشيء باكثر من سعر يومه لأجل النساء (۱۲)

کہ وہ کسی چیز کو ادھار کی وجہ سے اس دن کی قیمت سے زیادہ پر فروخت کرنے کو حرام سمجھتے تھے۔

مندرجہ بالا بحث سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیع مرابحہ اور بیع مؤجل جائز ہے مگر اس دونوں بیوع کی مرکب شکل میں معاملہ احتیاط کا متقاضی ہے۔

بیان کی گئی مارک اپ کی پہلی صورت کے جواز کی گنجائش نکالی تو جا سکتی ہے لیکن احتیاط کا تقاضا ہے کہ اس سے احتراز بہتر ہے کیونکہ ایک تو اس لئے کہ اس بات کا شدید خدشہ ہے کہ اسے سود کے جواز کے لئے حیلے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ دوسرے بیع مؤجل کا جواز شریعت کے عمومی قاعدے میں جزوی استثنیٰ کا نتیجہ ہے تو کیا پورے نظام کی بنیاد ایک استثنائی حکم پر رکھی جا سکتی ہے۔ تیسرے عملی طور پر مارک اپ کے ساتھ ساتھ مارک ڈاؤن بھی ہوتا ہے کہ مالیاتی ادارے واجبات کے کم مدت میں واپس کرنے کے عوض اسی تناسب سے

واجبات میں کمی کر دیتے ہیں تو یہ کمی یا زیادتی مہلت کے مقابل ہوئی یہی تو ربا النسیئۃ ہے۔چوتھے یہ کہ مالیاتی اداروں کے مروجہ نظام میں واجبات پر فیصدی شرح پر مارک اپ وصول کیا جاتا ہے جو سود ہی ہے نام مارک اپ رکھا گیا ہے۔ مثلاً واجبات اگر ایک لاکھ کے ہیں تو اس پر دس فیصد سالانہ مارک اپ وصول کیا جائے گا یعنی ایک سال میں ایک لاکھ دس ہزار ہونگے دو سال میں ایک لاکھ بیس ہزار سے بڑھ جائیں گے۔ یہ اضافہ تو مہلت کے مقابل ہوا جو سود ہے۔

اسی لئے اگرچہ اس صورت کی نظری شکل میں جواز کی گنجائش نکالی جا سکتی ہے مگر عملی شکل کا جواز ملنا مشکل ہے اس لئے اس سے احتراز بہتر ہے۔

دوسری صورت

مالیاتی ادارہ ضرورتمند کو کوئی شے ادھار پر فروخت کر کے پھر دوبارہ کم قیمت پر نقد خرید لیتا ہے۔ بظاہر تو یہ خرید و فروخت کا معاملہ ہے مگر عملی طور پر رقم کا ضرورت مند کم رقم نقد وصول کر کے ایک مدّت کے بعد زیادہ رقم واپس کرتا ہے۔ مثلاً اگر بنک کوئی پلاٹ ایک لاکھ میں کسی شخص کو اس شرط پر فروخت کرنے کا معاہدہ کرے کہ وہ شخص اس کی قیمت ایک سال بعد ادا کرے گا پھر اسی پلاٹ کو نقد اسی ہزار روپے میں دوبارہ خریدے۔ عملی طور پر پلاٹ تو بنک کے پاس رہا البتہ وہ شخص اسی ہزار روپے وصول کر کے ایک سال بعد ایک لاکھ ادا کرے گا۔

اس صورت کی نظیر فقہ اسلامی میں ''بیع العینة،، ہے جس میں ایک شخص کسی شے کو ادھار قیمت پر فروخت کر کے نقد ادا کر کے دوبارہ خرید لیتا۔ اس کا نام ''العینة،، پڑنے کے بارے میں کہا گیا:

سميت عينة لحصول النقد لطالب العينة وذلك أن العينة اشتقاقها من العين وهو النقد الحاضر (١٣)

اس کا نام عینہ اس لئے پڑا کہ ادھار پر خریدنے والا اس کا عوض نقد وصول کرتا

ہے۔

اس بیع کے بارے شافعیہ اور ظاہریہ کی رائے ہے کہ یہ معاہدہ بکراہت صحیح ہے کیونکہ اس کا رکن ایجاب و قبول کی شکل میں صحیح موجود ہے۔ معاہدے کے ابطال میں نیت کا اعتبار نہیں کیا جاتا (۱۴) اسی لئے امام ابو یوسف ؒ کے نزدیک یہ بیع بلا کراہت درست ہے۔ امام محمد ؒ اسے بکراہت جائز قرار دیتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی اس کی ان الفاظ میں مذمت بھی فرماتے ہیں: هذا البيع فى قلبى كأمثال الجبال ذميم اخترعه أكلة الربا (۱۵)

اس بیع کی میرے دل میں پہاڑ کے برابر مذمت ہے اس کو سود خوروں نے گھڑا ہے۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ بیع فاسد، مالکیہ اور حنابلہ کی رائے میں باطل ہے(۱۶) ان کے دلائل درج ہیں:

۱۔ ابن عمرؓ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إذا ضن الناس بالدينار والدرهم وتبايعوا بالعينة واتبعوا أذناب البقر وتركوا الجهاد فى سبيل الله انزل الله بهم بلاء فلا يرفعه حتى يراجعوا دينهم۔ (۱۷)

"حتى يراجعوا دينهم" اس پر دلالت کرتا ہے کہ عینہ کے ساتھ معاملہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین سے انحراف قرار دیا ہے۔ عینہ میں ملوث ہونا جهاد فى سبيل الله کو ترک کرنے کی معصیت کے برابر ہے۔

۲۔ عالیۃ بنت ایفع سے روایت ہے انہوں نے کہا: دخلت أنا وأم ولد زيد بن ارقم على عائشة رضى الله عنها فقالت أم ولد زيد بن ارقم: إنى بعت غلاما من زيد بثمانمائة درهم إلى العطاء ثم اشتريته منه بستمائة درهم أى حالة فقالت عائشةؓ: بئسما شريت وبئسما اشتريت أبلغى زيداً أنه قد أبطل جهاده مع رسول الله صلى الله عليه وسلم إن لم يتب (۱۸)۔

مندرجہ بالا حدیث کی رو سے بیان کردہ دوسری صورت جائز نہیں کہ زید بن

ارقم کی ام ولد نے زید کو ۸۰۰ درہم ادھار پر غلام فروخت کر کے چھ سو نقد پر دوبارہ خرید لیا تو عائشہؓ نے ایسے معاہدے کو ناجائز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک جہاد ہونے کو باطل کرنے والا قرار دیا۔

۳۔ یہ بیع اس لئے بھی حرام ہے کہ یہ سود کی طرف لے جانے کا ذریعہ ہے۔ شریعت میں احکام کے بارے ذریعہ کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ سد ذرائع شریعت کے ماخذوں میں سے ایک ماخذ ہے۔ (۱۹)

۴۔ اس بیع میں سلعہ کے قبضہ میں لینے سے قبل فروخت کا قوی احتمال موجود ہے کیونکہ فروخت کی جانے والی چیز عملاً ایک فرد کے پاس رہتی ہے۔ قبضہ لینے سے پہلے کسی چیز کو آگے فروخت کرنا منع ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے: **لا تبعه حتى تقبضه** (۲۰) بیان کردہ دوسری صورت چونکہ "**بیع العینة**" ہی ہے اور سود کو جائز قرار دینے کا حیلہ ہے اس لئے یہ جائز نہیں۔

تیسری صورت

قسطوں میں فروخت کی صورت میں موجودہ قیمت میں اضافہ کرنا پہلی صورت کے مماثل ہے کہ فروخت شدہ چیز کی سپردگی پر اضافہ کردہ قیمت کو اقساط میں تقسیم کر کے مشتری سے وصول کیا جاتا ہے۔ اس میں بھی اصل قیمت میں اضافہ کیا جاتا ہے اور قیمت ادھار ہے اس طرح یہ بیع مؤجل ہوئی۔ نظری طور پر تو یہ سادہ معاملہ ہے مگر عملاً اس میں پیچیدگیاں بھی ہیں کہ جو نظام مروج ہے اس میں معاہدے کی نوعیت اس طرح ہوتی ہے کہ اگر ماہانہ چھ اقساط ہیں تو قیمت کم ہوتی ہے جبکہ ۱۲ اقساط میں ادائیگی کرنا ہو تو قیمت بڑھا دی جاتی ہے۔ عملی طور پر ایک معاہدے میں ایک سے زیادہ معاملے ہوتے ہیں یا ایک بیع کا دارومدار ایک سے زیادہ شرطوں پر ہوتا ہے جبکہ نبی اکرم علیہ السلام نے اس سے منع کیا ہے جیسا کہ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: **نهى النبى عن بيعتين فى بيعة**(۲۱)

اس کے علاوہ عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا یحل سلف وبیع ولا شرطان فی بیع(۲۲)

بیعتین فی بیعة کی تفسیر امام شافعیؒ اسی طرح فرماتے ہیں: له تأویلان: أحدهما أن یقول: بعتك بألفین نسیئة وبألف نقدا فایهما شئت أخذت به علی أن البیع قد لزم فی احدهما والثانی أن یقول بعتك منزلی علی أن تبیعنی فرسك (۲۳) اس کی دو تأویلیں ہیں ایک یہ کہ وہ کہے میں تمہیں ادھار پر دو ہزار میں اور نقد ایک ہزار میں فروخت کرتا ہوں ان دونوں میں سے جسے چاہے قبول کر لے اس شرط پر کہ ان دونوں میں سے ایک لازم ہو دوسری تأویل یہ کہ وہ کہے میں تمہیں اپنا مکان اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ تو مجھے اپنا گھوڑا فروخت کرے۔

شرطان فی بیع کے بارے میں کہا گیا: هو أن یقول بعت هذا نقدا بكذا وبكذا نسیئة (۲۴)

یہ کہ وہ کہے میں یہ شے نقد اتنے میں اور ادھار اتنے میں فروخت کرتا ہوں۔

معلوم ہوا کہ بیعتین فی بیعة اور شرطان فی بیع کا مفہوم ایک ہی ہے۔ حنفیہ کی رائے میں یہ بیع فاسد ہے کیونکہ ثمن مجہول ہے۔ (۲۵)

امام مالکؒ کے نزدیک یہ بیع درست ہے اور باب خیار میں سے ہے معاہدہ دونوں شرطوں کی طرف لوٹتا ہے جن میں سے ایک بالآخر متعین ہو جاتی ہے۔ (۲۶)

شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ معاہدہ باطل ہے کیونکہ ثمن مجہول ہے مزید یہ کہ دونوں عوضوں میں سے ایک غیر معلوم اور غیر معین ہے(۲۷)

مندرجہ بالا بحث سے ظاہر ہوا کہ قسطوں کا کاروبار اگرچہ نظری طور پر درست ہو سکتا ہے اس لیے کہ بیع مرابحہ اور بیع مؤجل کے مماثل ہے جو جائز ہیں مگر عملی صورت کو دیکھا جائے گا تو یقیناً یہ کاروبار بیعتین فی بیعة یا شرطان فی بیع کے ذیل میں آئے گا۔مزید برآں چونکہ مارک اپ کے ساتھ مارک ڈاؤن بھی کیا جاتا ہے جس سے سودی معاملہ لازم آئے گا۔ لہٰذا عملی طور پر رائج

مارک اپ کی یہ صورت جائز نہیں ہو سکتی۔

☆☆☆

حواشی

1- Webster's Encyclopedic Unabridged Dictionary of English Language, Gramercy Books, New York, 1989, p.878.

۲۔ منیر البعلبکی ، المورد ، دار العلم للملایین ، بیروت ۱۹۹۷ء ، ص ۵۶۰۔

۳۔ الکاسانی ، علاء الدین ابو بکر بن مسعود ، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ، الطبعة الأولی ، ۱۳۵/۵۔

۴۔ ایضاً ۲۲۰/۵ اور ابن قدامة ، أبو محمد عبدالله بن أحمد بن محمد ، المغنی ، مکتبة الریاض الحدیثة ، ۱۹۸۱ء ، ۱۹۹/۴۔

۵۔ ایضاً ۱۷۴/۵، ابن عابدین ، محمد امین ، حاشیة رد المحتار علی الدر المختار ، المکتبة التجارة ، مکة المکرمة ، ۱۵۷/۵۔

۶۔ سورة البقرة ۲۸۲:۲۔

۷۔ القرطبی ، ابو عبدالله محمد بن احمد ، الجامع لاحکام القرآن ، بیروت ۱۹۸۸ء، ۲۳۴/۳۔

۸۔ مسلم بن حجاج القشیری ، الجامع الصحیح بشرح النووی ، دار الفکر ، ۱۹۸۳ء ، کتاب المساقاة ، باب السلم، ۴۱/۱۱۔

۹۔ محولہ بالا

۱۰۔ قرطبی ۲۴۴/۳

۱۱۔ شمس الدین ابن قدامه ، ابو الفرج عبدالرحمن بن محمد بن احمد ، الشرح

الکبیر ، دار الفکر بیروت ، ۱۹۸۴ء ، ۵۲/۴۔

۱۲۔ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد ، نیل الاوطار ، دار الفکر بیروت، ۱۹۹۶ء ۲۶۲/۵۔

۱۳۔ ابن منظور ، لسان العرب ، دار احیاء التراث العربی البیروت ، ۱۹۹۶ء ۵۰۸/۹۔

۱۴۔ الشافعی ، محمد بن ادریس ، الأم ، دار المعرفة بیروت، ۲۸/۳۔
ابن حزم ، المحلی ، دار الجیل ، بیروت، ۴۸/۹-۴۷

۱۵۔ حاشیة رد المحتار ۲۷۳/۵۔

۱۶۔ المغنی لابن قدامة ۱۹۴/۴-۱۹۳، الدسوقی، شمس الدین الشیخ محمد ، حاشیة الدسوقی علی الشرح الکبیر، عیسی البابی الحلبی وشرکاه ، ۸۹/۳-۸۸، ابن همام کمال الدین محمد بن عبدالواحد، شرح فتح القدیر ، دار احیاء التراث العربی بیروت ، ۴۲/۶۔

۱۷۔ احمد بن حنبل ، المسند ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۳ء ، ۲۰۷/۲ اور ابو داود ، سلیمان بن اشعث، السنن ، (اردو ترجمه) دار الاشاعت کراچی، ۳۷/۳ت

۱۸۔ الدار قطنی، علی بن عمر ، السنن ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۳ء ۵۲/۳۔

۱۹۔ أبو زهرة، محمد، اصول الفقه، دار الفکر العربی، ص ۲۶۹-۲۷۳۔

۲۰۔ سنن النسائی بشرح السیوطی، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۲۸۶/۷۔

۲۱۔ ایضاً ۲۹۶/۷۔

۲۲۔ ایضاً ۲۹۵/۷۔

۲۳۔ الصنعانی ، محمد بن اسماعیل ، سبل السلام ، دار المعرفة بیروت، ۱۹۹۷ء ، ۲۶/۳۔

۲۴۔ ایضاً ۲۷/۳

۲۵۔ بدائع الصنائع ۵/۱۵۸

۲۶۔ الصاوی، احمد بن محمد ، بلغة السالك لأقرب المسالك، مصطفیٰ البابی الحلبی و اولاده بمصر ، ۱۹۵۲ء ، ۲/۳۲۔

۲۷۔ المغنی ۴/۳۰۸؛ البغوی ، ابو محمد الحسین بن مسعود، التهذیب فی فقه الامام الشافعی ، دار الکتب العلمیة ، بیروت ، ۱۹۹۷ء ، ۳/۵۳۷۔

☆☆☆